''سلطان'' کے معنی اور مفہوم

يَـٰمَعۡشَرَ ٱلۡجِنِّ وَٱلۡإِنسِ إِنِ ٱسۡتَطَعۡتُمۡ أَن تَنفُذُواْ مِنۡ أَقۡطَارِ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ فَٱنفُذُواْۚ

اے جن وانس کے گروہ! اگر تم میں استطاعت ہوئی کہ آسمانوں اور زمین کے اطراف وجوانب سے نکل جاؤ تو (جاؤ شوق سے) نکل جاؤ

لَا تَنفُذُونَ إِلَّا بِسُلۡطَـٰنٍ ۝

''تم نکل نہیں سکتے نہ نکل سکو گے سوائے ''سلطان'' کے ساتھ'' (سورۃ الرحمٰن۔۳۳)

''اِسۡتَطَعۡتُمۡ'' ماضی کا صیغہ واحد متکلم ''اگر تم میں استطاعت ہوئی، تم سے ہو سکا، تم کر سکے''۔

''تَنفُذُوا'' مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ''تم نکل بھاگو، تم باہر چلے جاؤ''

''اُنفُذُوا'' امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ''تم نکل بھاگو، تم نکل جاؤ''۔

''تَنفُذُونَ'' مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ''تم نکلتے ہو، تم نکلو گے''

''اِلَّا'' (حرف) اس کے معنی سوائے، بجز، مگر، لیکن ہیں۔ اِنۡ شرطیہ اور لا نفی سے مرکب ہے۔

''بِسُلۡطَنٍ'' میں حرف ''ب'' کے معنی ''کے ساتھ ہیں''

''سلطان'' کا مادہ ''س ل ط'' ہے اور اس کے معنی سخت اور مضبوط، غالب کر دینا، غلبہ واقتدار دے دینا، غلبہ وقوت، دلیل، ثبوت، سند، حجت، برھان (تاج، راغب، ابن فارس)۔ محمد بن یزید نے کہا کہ یہ ''سلیط'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی زیتون کے تیل کے ہیں جو روشن ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے وہی حجت اور برھان ''سلطان'' کہلائے گا جو خود بھی روشن ہو اور بات کو بھی روشن کر دے (تاج)۔

قید کی جگہ اڈیالہ جیل کی ''اے'' کلاس ہو یا آسمانوں اور زمین کی وسعتوں پر مشتمل بڑی جیل، قیدی ہونے کا احساس اپنی شخصیت کی بے وقعتی اور ناقدری کے عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ یہ خودی اور انا کو ہر لحہ تیز خنجر سے زخم لگاتا ہے۔ ساڑھے چار سال سے یہ زخم میں سہہ رہا ہوں۔ لیکن ''نیب'' کا بھلا ہو جنہوں نے مجھے آسمانوں اور زمین کا ''قیدی'' ہونے سے بھی متنفر کر دیا۔ سب جانتے ہیں کہ ''نیب''، ''نیب عدالت'' اور اڈیالہ کی قید سے باہر آنا بظاہر کتنا آسان ہے لیکن درحقیقت اس سے زیادہ مشکل کام دنیا میں کوئی نہیں۔ یہ خودی اور انا کو اپنے ہاتھوں کند خنجر سے کاٹنا ہے۔ آمریت ظالم ہے کہ خودی اور انا کو مانگتی نہیں بلکہ اکثریت خود ہی اسے پھینک دینے پر رضا مند یا مجبور ہو جاتی ہے۔ اور آمریت کم ظرفوں کو مکرم کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یونہی تو نہیں قرآنِ مجید کے صفحات پر فرعون کو اتنی جگہ دی ہے۔ آمریت میں ''قانون اور عدالت'' کے کیا معنی ہوتے ہیں وہ ہمیں موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے فرار ہو کر سمجھا دیئے تھے۔

اطمینان قلب کی ایک پراسرار کیفیت کا نام ہے۔ اپنے آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش میں تصور کیا کہ کائنات سمٹ کر اڈیالہ کی ''اے'' کلاس میں محدود ہو گئی ہے اور خواہشیں سمٹ کر چھوٹی چھوٹی رہ گئیں۔ اور جیل کے دروغوں کا کمال ہے کہ خواہشوں کو سمیٹ کر پہلے چھوٹا کر دیتے ہیں اور پھر وقفے وقفے سے انہیں پورا کر کے قیدی کو سکون بہم پہنچا دیتے ہیں۔ قیدیوں کو دروغے برے لگتے ہیں لیکن مجھے ان کا یہ طرز عمل عقلمندانہ لگا۔ اطمینان ایک عارضی کیفیت ہے، انسانی فطرت کا پڑاؤ ہے جو خواہشوں کے پورا ہو جانے اور نئی خواہش کے جنم لینے کا درمیانی وقفہ ہے اور خواہشوں کا یہ سلسلہ کائنات کی وسعتوں کی طرح لامتناہی ہے۔ لیکن کائنات کی وسعتوں کو سمیٹ کر بھی میرے اطمینان کی کیفیت عارضی ثابت ہوئی کہ زمان و مکان کے قیدی ہونے کا احساس شدت اختیار کر گیا اور نئی خواہش نے جنم لیا کہ اپنے عالم سے باہر کے عالموں میں جھانک سکوں اور دسترس رکھ سکوں۔ وسعتوں اور محدودیت نے اپنے معنی ہی کھو دیئے۔ وسعتوں میں بھی اضطراب اور محدودیت میں بھی اضطراب۔ قید آخر قید ہی ہے۔

اپنی شخصیت کو بے وقعتی اور ناقدری سے بچانا ہے، اپنی خودی اور انا کو قائم رکھنا ہے تو آسمانوں اور زمین کے بیرونی کناروں سے نکل بھاگنا ہوگا۔ اڈیالہ جیل یا شاید کسی بھی سنٹرل جیل کی بیرونی دیوار کے ذریعے جیل سے نہیں بھاگا جا سکتا۔ ہاں کسی دروغہ کی شفقت سے جیل کی ڈیوڑھی کے ذریعے دروازے کے راستے بھاگا جا سکتا ہے۔ لیکن بھاگنے کا فائدہ؟ زیادہ سے زیادہ چھوٹی جیل سے بڑی جیل میں پہنچ جاؤنگا۔ اور پھر آسمانوں اور زمین کی بیرونی دیوار سے بھاگ کر اپنے آپ کو قید سے میں آزاد نہیں کرا سکتا۔

اڈیالہ جیل سے بھاگنے کا ارادہ کرنے سے قبل بڑی جیل سے بھی فرار ہونے کیلئے دروازے معلوم ہونے چاہئے۔ یہ کہاں ہیں؟

إِنَّ ٱلَّذِينَ كَذَّبُوا۟ بِـَٔايَـٰتِنَا وَٱسْتَكْبَرُوا۟ عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَٰبُ ٱلسَّمَآءِ

''جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور ان سے متکبرانہ اجتناب کرتے ہیں ان کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے

وَلَا يَدْخُلُونَ ٱلْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ ٱلْجَمَلُ فِى سَمِّ ٱلْخِيَاطِ

اور ان کا جنت میں داخل ہونا اتنا ہی ناممکن ہے جتنا کشتی کے موٹے رسے کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا

(یا اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گزرنا)'' (حوالہ الاعراف۔۴۰)

دروازے کسی مقام سے نکلنے اور کسی مقام میں داخل ہونے کیلئے ہوتے ہیں۔

يَوْمَ يُنفَخُ فِى ٱلصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ﴿١٨﴾

''جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم گروہ گروہ بن کر چلے آؤ گے

وَفُتِحَتِ ٱلسَّمَآءُ فَكَانَتْ أَبْوَٰبًا ﴿١٩﴾

اور آسمان کو کھولا جائے گا کہ اس میں دروازے ہوں گے'' (النباء (بمعنی خبر)۔۱۸۔۱۹)

آسمان کے دروازے کھل جائیں تو قید سے نجات مل جائے گی۔ جنت آزادی کا مقام ہے۔ اپنی وراثت ہے۔ اس کی ہر شئے انسان کی ملکیتی ہے۔ قید سے آزاد ہو کر آسمان کے ابواب کے اُس پار آزاد فضا میں داخل ہونے کا امکان اِن قیدیوں کیلئے ہے

أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦ

''جنت ان کیلئے بنائی گئی ہے جو اللہ اور رسولوں پر ایمان لائے'' (حوالہ الحدید۔۲۱)

آزادی کی جگہ تو معلوم ہوگئی لیکن آزاد فضا میں پہنچوں گا تو اسی صورت اگر آسمانوں اور زمین کے کناروں میں سے نکل سکا جو مشروط ہے

لَا تَنفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَـٰنٍ ۝

''تم نکل نہیں سکتے نہ نکل سکو گے سوائے ''سلطان'' کے ساتھ'' (سورۃ الرحمٰن۔۳۳)

قید اچھی چیز نہیں، یوسف علیہ السلام نے بھی ساتھی سے اپنے قیدی ہونے کے متعلق بادشاہ کو یاد دلانے کا کہا تھا۔ اڈیالہ جیل کے دروازے سے نکلنے کیلئے کسی داروغہ کی مدد چاہئے اور آسمانوں اور زمین کی قید سے نکلنے کیلئے ''سلطان'' کا ساتھ، مدد درکار ہے۔ اڈیالہ جیل سے فرار کیلئے داروغے بہت مل جائیں گے لیکن آسمانوں اور زمین سے نکالنے کیلئے ''سلطان'' مل جائے تو اڈیالہ جیل کی وقعت ہی کیا رہ جائے گی؟

وَمِنَ ٱلَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِۦ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰٓ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۝٧٩

''اور (فجر سے پہلے) رات میں آپ (ﷺ) اس کے ساتھ جاگیں، (اے رسول کریم ﷺ) یہ زیادہ آپ کے لئے ہے

کہ قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر براجمان فرما دے'' (الاسراء۔۷۹)

اللہ تعالیٰ نے مَقَامًا مَّحْمُودًا ۝ کا وعدہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کا مفہوم یہ ہے کہ جیسے وہ پورا ہو چکا کیونکہ

كَانَ وَعْدُهُۥ مَفْعُولًا ۝ ''اس کا وعدہ تو پورا ہو کر رہتا ہے''۔ اور آقائے نامدار ﷺ سے فرمایا کہ اپنے رب سے اب یہ مانگ لو

وَقُل رَّبِّ أَدْخِلْنِى مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِى مُخْرَجَ صِدْقٍ

''اور آپ (ﷺ) مانگیں ''میرے رب! مجھے داخل کر (مقاما محمودا میں) نیک نامی اور ذکر خیر سے

اور مجھے نیک نامی اور ذکر خیر سے سے نکال لے جا

وَٱجْعَل لِّى مِن لَّدُنكَ سُلْطَـٰنًا نَّصِيرًا ۝

اور مجھے اپنی جناب سے مدد دینے والا اختیار دے (میرے لئے مقرر فرما مدد دینے کا اختیار [سلطان])''۔ (الاسراء۔۸۰)

اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب سے آقائے نامدار ﷺ کو مَقَامًا مَّحْمُودًا عطا فرمایا۔ اور نیک نامی اور ذکر خیر سے وہاں داخل ہونے کی

دعا مانگنے کیلئے کہا۔اور نیک نامی اور ذکر خیر سے نکال لے جانے کی بھی دعا مانگنے کیلئے کہا اور اس نیک نامی اور ذکر خیر کو پانے کیلئے اللہ تعالیٰ کی جناب سے مدد دینے والا اختیار (سلطان) مانگنے کیلئے کہا۔ آقائے نامدار ﷺ پر درود وسلام ہے ہر لمحہ صبح وشام۔انہوں نے کچھ مانگا بھی تو وہ بھی لوگوں کے بھلے کیلئے۔رحمت للعالمین کے مانگنے کے شایان یہی تھا۔لوگوں کو آسمانوں اور زمین کی قید سے رہائی دلا کر اس کی حدود سے باہر لے جانے کیلئے اپنے آپ کو سُلْطَٰنًا نَّصِيرًا بنانے کی دعا فرمائی لَا تَنفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَٰنٍ ''تم نکل نہیں سکتے نہ نکل سکو گے سوائے ''سلطان'' کے ساتھ' آقائے نامدار ﷺ نے لوگوں کو جنت میں لیجانے میں مدد دینے کا اختیار مانگا ہے۔اس سے لوگوں میں ان کی نیک نامی اور ذکر خیر ہوگا۔اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کردہ مَقَامًا مَّحْمُودًا میں اس شان سے داخل ہونا پسند کریں گے۔اور مقام محمود پر اپنے آپ سے تعریف رحمہ ہے۔

آقائے نامدار، رسولِ کریم، خاتم النبیین، رحمت للعالمین ﷺ کے قلب مبارک کا سب سے بڑا غم یہ ہے کہ اللہ رب العزت کے نزدیک ان ﷺ کی بات کو نہ سننے اور ایمان نہ لانے کی بناء پر انسان کی نسل میں سے ہونے کے باوجود ایک گروہ شَرَّ ٱلدَّوَآبِّ ''بدترین حیوان''اور شَرُّ ٱلْبَرِيَّةِ ''بدترین مخلوق''میں سے ہوگا۔اللہ رب العزت نے انہیں تشفی دی

وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ أَصْحَٰبِ ٱلْجَحِيمِ

''اور آپ (ﷺ) سے تو دوزخ میں جانے والوں کے متعلق سوال بھی نہیں ہوگا'' (حوالہ البقرۃ۔۱۱۹)

ان کا یہ انجام کیوں ہوا؟اس انجام کے متعلق متنبہ کر دیا گیا تھا اور یہ بات ان کے علم میں تھی

ٱلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ ٱلْهُونِ

''آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا

بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ غَيْرَ ٱلْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ ءَايَٰتِهِۦ تَسْتَكْبِرُونَ ۝

کیونکہ تم اللہ سے خلاف حقیقت رتخیلاتی باتیں منسوب کرتے اور اس کی آیتوں سے متکبرانہ اعراض کرتے تھے'' (حوالہ الانعام۔۹۳)

وَٱلَّذِينَ كَذَّبُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَا وَٱسْتَكْبَرُوا۟ عَنْهَآ أُو۟لَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ

''جولوگ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور ان سے متکبرانہ اجتناب کرتے ہیں۔یہی لوگ دوزخی ہیں'' (حوالہ الاعراف۔۳٦)

ان کا یہ انجام اس لئے ہوا کہ دنیا کی زندگی میں انہوں نے اسے اور اس کی اولاد کو''سلطان''اور''اولیاء''اختیار کئے رکھا جو خود مَذْءُومًا مَّدْحُورًا ''حقیر اور راندہ''، رَجِيمٌ ''دھتکارا ہوا، مردود'' اور لَعْنَتِى تھا۔روز قیامت جب فیصلے ہو چکے ہوں گے تو ان لوگوں نے جس شیطان اور اس کی اولاد کو دنیا میں اپنے''سلطان''اور اولیاء سمجھا تھا وہ ان سے کہے گا

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَٰنٍ إِلَّآ أَن دَعَوْتُكُمْ فَٱسْتَجَبْتُمْ لِى ۖ

''اور میرا تم پر کوئی زور، تسلط، غلبہ (سلطان) نہ تھا سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں دعوت دی اور تم نے میری بات مان لی

فَلَا تَلُومُونِى وَلُومُوٓا۟ أَنفُسَكُم ۖ

اس لئے مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔

مَّآ أَنَا۠ بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ أَنتُم بِمُصْرِخِىَّ ۖ

میں تمہاری فریاد کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکتے ہو'' (حوالہ سورۃ ابراہیم۔۲۲)

ہم نے شیطان کی جن لوگوں کے ساتھ گفتگو ابھی سنی ہے آسمان کے ابواب سے وہ نکل نہیں سکے تھے۔انہوں نے جس کی بات مانی تھی وہ آسمان کے ابواب تک پہنچنے کا راستہ جانتا ہی نہ تھا۔طاقت،غلبہ،قوت اپنے آپ میں اس وقت تک بے معنی شئے اور سوائے تخریب کے کچھ بھی نہیں اگر راستے کا تعین کرنے سے عاجز ہے۔طاقت اور قوت منزل پر جبھی لے کر جا سکتی ہے اگر راستہ معلوم ہو۔ لَا تَنفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَٰنٍ ''تم نکل نہیں سکتے سوائے ''سلطان'' کے ساتھ''۔''سلطان'' کا مادہ ''س ل ط'' اور اس کے معنی سخت اور مضبوط، غالب کر دینا، غلبہ و اقتدار دے دینا، غلبہ وقوت، دلیل، ثبوت، سند ہیں۔(تاج، راغب، ابن فارس)۔ میزائل میں طاقت وقوت پنہاں ہے لیکن ہدف پر جبھی پہنچے گا اگر اس کا راستہ متعین کیا جائے۔اس لئے آسمانوں اور زمین کے اطراف میں سے وہی ''سلطان'' نکال کر لے جا سکتا ہے جسے نکلنے کے راستے (سَبِيلًا)،ابواب کا علم ہو۔ لَا تَنفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَٰنٍ کے معنی اور مفہوم کی سمجھ انسان کو آج بھی ہے لیکن اپنے آپ کو دانستہ دھوکا دینے والے اس دن اعتراف کریں گے:

وَيَوْمَ يَعَضُّ ٱلظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَٰلَيْتَنِى ٱتَّخَذْتُ مَعَ ٱلرَّسُولِ سَبِيلًا ﴿٢٧﴾

''اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا ''اے کاش! میں نے رسول کے ساتھ راہ پکڑی ہوتی'' (الفرقان۔۲۷)

يَٰوَيْلَتَىٰ لَيْتَنِى لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ﴿٢٨﴾

ہائے افسوس! اے کاش! میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا!

لَّقَدْ أَضَلَّنِى عَنِ ٱلذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَآءَنِى ۗ وَكَانَ ٱلشَّيْطَٰنُ لِلْإِنسَٰنِ خَذُولًا ﴿٢٩﴾ (الفرقان۔۲۹)

جس نے مجھے ذکر (قرآنِ مجید) سے بھٹکا دیا اس کے بعد کہ وہ میرے پاس آ چکا تھا۔اور شیطان تو انسان کو چھوڑ ہی جاتا ہے''

یہ بات انہوں نے خود کہی ہے۔کسی نے ان سے یہ بات کہنے کیلئے نہیں کہا جس سے ثابت ہے کہ یہ بات انہیں آج بھی معلوم ہے۔

قَدْ كَانَتْ ءَايَـٰتِى تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنتُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَـٰبِكُمْ تَنكِصُونَ ﴿٦٦﴾

''جب میری آیات تمہیں سنائی جاتی تھیں تو تم اپنی ایڑھیوں پر پیچھے پلٹ جایا کرتے تھے

مُسْتَكْبِرِينَ بِهِۦ سَـٰمِرًا تَهْجُرُونَ ﴿٦٧﴾ (المومنون۔٦٦۔٦٧)

استکبار، نخوت سے، اس (قرآنِ مجید) کے بارے میں شب میں قصہ گوئی کی محفل جیسی لغو اور بے سروپا باتیں کرتے ہوئے''

اہلِ کتاب کو بتایا گیا کہ جن کے آنے کا صدیوں سے انہیں انتظار تھا وہ رسولِ کریم ﷺ تشریف لے آئے ہیں اور ان کے ساتھ نور یعنی کتاب مبین بھی آ گئی ہے

يَهْدِى بِهِ ٱللَّهُ مَنِ ٱتَّبَعَ رِضْوَٰنَهُۥ سُبُلَ ٱلسَّلَـٰمِ

''جس کے ذریعے ان لوگوں کو جو اللہ کی خوشنودی پر چلتے ہیں سلامتی کا راستہ دکھائیں گے''

وَيُخْرِجُهُم مِّنَ ٱلظُّلُمَـٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ بِإِذْنِهِۦ

اور اللہ کے اذن سے انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکال لے جائیں گے

وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ○

اور سیدھی راہ کی طرف ان کی راہنمائی کریں گے'' (حوالہ المائدہ۔١٦)

میرے آقا، آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ اور ان کے ساتھ نازل فرمایا گیا نور، قرآنِ مجید ''سلطان'' ہیں جو ہمیں زمان و مکان کی قید سے آزاد کرائیں گے اور آسمان کے ابواب کے اس پار سلامتی کا راستہ دکھائیں گے۔ اور یہ راستہ انسان کو آزادی کی منزل پر پہنچا دے گا

لَهُمْ دَارُ ٱلسَّلَـٰمِ عِندَ رَبِّهِمْ ۖ ''ان کیلئے ان کے رب کی جانب سے سلامتی کا گھر ہوگا'' (حوالہ الانعام۔١٢٧)

آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ پر درود و سلام ہے ہر لحہ صبح و شام۔ قید جدائی ڈال دیتی ہے

وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَٱتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَـٰنٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ أَلَتْنَـٰهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَىْءٍ ۚ كُلُّ ٱمْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ﴿٢١﴾

''اور جو لوگ ایمان لائے اور جن کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی اتباع کی، ان کی اس اولاد کو ہم ان سے ملا دیں گے۔

اور ہم ان کے اعمال سے کچھ کم نہ کریں گے۔ ہر شخص اپنے اعمال کی کمائی کا مقید ہے'' (الطور۔٢١)

قَدْ كَانَتْ ءَايَـٰتِى تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنتُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَـٰبِكُمْ تَنكِصُونَ ﴿٦٦﴾

''جب میری آیات تمہیں سنائی جاتی تھیں تو تم اپنی ایڑھیوں پر پیچھے پلٹ جایا کرتے تھے

مُسْتَكْبِرِينَ بِهِۦ سَـٰمِرًا تَهْجُرُونَ ﴿٦٧﴾ (المومنون۔۶۶۔۶۷)

استکبار، نخوت سے، اس (قرآنِ مجید) کے بارے میں شب میں قصہ گوئی کی محفل جیسی لغو اور بے سروپا باتیں کرتے ہوئے''

اہلِ کتاب کو بتایا گیا کہ جن کے آنے کا صدیوں سے انہیں انتظار تھا وہ رسولِ کریم ﷺ تشریف لے آئے ہیں اور ان کے ساتھ نور یعنی کتاب مبین بھی آ گئی ہے

يَهْدِى بِهِ ٱللَّهُ مَنِ ٱتَّبَعَ رِضْوَٰنَهُۥ سُبُلَ ٱلسَّلَـٰمِ

''جس کے ذریعے ان لوگوں کو جو اللہ کی خوشنودی پر چلتے ہیں سلامتی کا راستہ دکھائیں گے''

وَيُخْرِجُهُم مِّنَ ٱلظُّلُمَـٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ بِإِذْنِهِۦ

اور اللہ کے اذن سے انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکال لے جائیں گے

وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ٥

اور سیدھی راہ کی طرف ان کی راہنمائی کریں گے'' (حوالہ المائدہ۔۱۶)

میرے آقا، آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ اور ان کے ساتھ نازل فرمایا گیا نور، قرآنِ مجید ''سلطان'' ہیں جو ہمیں زمان و مکان کی قید سے آزاد کرائیں گے اور آسمان کے ابواب کے اس پار سلامتی کا راستہ دکھائیں گے۔ اور یہ راستہ انسان کو آزادی کی منزل پر پہنچا دے گا

لَهُمْ دَارُ ٱلسَّلَـٰمِ عِندَ رَبِّهِمْ ''ان کیلئے ان کے رب کی جانب سے سلامتی کا گھر ہوگا'' (حوالہ الانعام۔۱۲۷)

آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ پر درود و سلام ہے ہر لمحہ صبح و شام۔ قید جدائی ڈال دیتی ہے

وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَٱتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَـٰنٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ أَلَتْنَـٰهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَىْءٍ ۚ كُلُّ ٱمْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ﴿٢١﴾

''اور جو لوگ ایمان لائے اور جن کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی اتباع کی، ان کی اس اولاد کو ہم ان سے ملا دیں گے۔

اور ہم ان کے اعمال سے کچھ کم نہ کریں گے۔ ہر شخص اپنے اعمال کی کمائی کا مقید ہے'' (الطور۔۲۱)

محدودیت اور وسعتیں بے معنی ہیں۔ دیواریں مقید نہیں کرتیں چاہے اڈیالہ جیل کی ہوں یا آسمانوں اور زمین کی۔ انسان اپنے آپ کو مقید کرتا ہے اپنے اعمال کی کمائی سے۔ تمام کے تمام اعمال سرزد ہونے کا سبب انسان کے جسم کے تین مقام ہیں جہاں بھوک اور خواہشات جنم لیتی ہیں، سینہ (صدور)، شکم اور زیر ناف۔ قید شخصیت کو بے وقعت اور بے قدر کرنے کا باعث بنتی ہے۔ اور جسم کے ان تین مقام کی بھوک اور خواہشات کی غلامی کا جو مقید بن گیا تو اس سے بدترین قید کوئی نہیں کیونکہ اس سے رہائی پانے کا کبھی امکان نہیں:

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّآ أَصْحَـٰبَ ٱلْيَمِينِ ﴿٣٩﴾

'ہر شخص اپنے اعمال کی کمائی کے بدلے میں مقید ہوگا۔ سوائے دائیں (ہاتھ) والوں کے (جو آزاد ہوں گے)

فِى جَنَّـٰتٍ يَتَسَآءَلُونَ ﴿٤٠﴾ عَنِ ٱلْمُجْرِمِينَ ﴿٤١﴾

وہ جنتوں میں پوچھتے ہوں گے۔ مجرمین سے''

مَا سَلَكَكُمْ فِى سَقَرَ ﴿٤٢﴾

''کیا چیز، کون سی بات تمہیں جہنم میں لے گئی؟''

قَالُوا۟ لَمْ نَكُ مِنَ ٱلْمُصَلِّينَ ﴿٤٣﴾

انہوں نے بتایا ''ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے

وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ ٱلْمِسْكِينَ ﴿٤٤﴾

اور نہ ہم ان میں تھے جو مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے

وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ ٱلْخَآئِضِينَ ﴿٤٥﴾

اور ہم ٱلْخَآئِضِينَ کے ساتھ ''خوض'' کرتے تھے'' (سورۃ المدثر۔۳۸۔۴۵)۔

ٱلْخَآئِضِينَ کا مادہ ''خ و ض'' ہے جس کے بنیادی معنی ہوتے ہیں پانی میں اترنا اور اس میں چلنا۔ (ہم نے انسان کو کم پانی میں اترتے تو دیکھا ہوگا کہ وہ اس میں زمین ہی پر چلتا ہے لیکن گہرے پانی کی سطح پر پاؤں پر چلتے ہوئے یقیناً نہیں دیکھا ہوگا۔ لیکن اگر ایک خاص دنیا کے لوگوں کے ساتھ ہم بیٹھیں تو کہاوتیں سنا سنا کر یقین دلا دیں گے کہ ان کے اکثر ''بزرگ'' پانی میں اترتے تھے اور سطح پر پیدل چلتے تھے۔ یورپ اور امریکہ کے ساحلوں پر خاص قسم کے کشتی نما تختوں پر سمندر کی لہروں پر لڑکوں کو کھیلتے ہوئے ہم آج عام دیکھتے ہیں اور اس کا ورزش اور صحت کے لئے کچھ تو مقصد ہے۔ یہ لوگ بظاہر ان بزرگوں کی بڑائی بیان کرتے ہیں لیکن در حقیقت لوگوں کو اپنا معتکف / معتقد بنانا مقصود ہوتا ہے)۔ ابن فارس نے کہا ہے کہ اس کے بنیادی معنے کسی چیز کے اندر چلے جانے کے ہیں۔ یہ مادہ بے مقصد، تخیلاتی، بیکار باتوں میں الجھے اور مشغول رہنے کیلئے قرآنِ مجید میں استعمال ہوا ہے۔ دوزخ کے رہائشی جن لوگوں کی گفتگو ہم نے سنی ہے

محدودیت اور وسعتیں بے معنی ہیں۔ دیواریں مقید نہیں کرتیں چاہے اڈیالہ جیل کی ہوں یا آسمانوں اور زمین کی۔ انسان اپنے آپ کو مقید کرتا ہے اپنے اعمال کی کمائی سے۔ تمام کے تمام اعمال سرزد ہونے کا سبب انسان کے جسم کے تین مقام ہیں جہاں بھوک اور خواہشات جنم لیتی ہیں، سینہ (صدور)، شکم اور زیر ناف۔ قید شخصیت کو بے وقعت اور بے قدر کرنے کا باعث بنتی ہے۔ اور جسم کے ان تین مقام کی بھوک اور خواہشات کی غلامی کا جو مقید بن گیا تو اس سے بدترین قید کوئی نہیں کیونکہ اس سے رہائی پانے کا کبھی امکان نہیں:

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّآ أَصْحَـٰبَ ٱلْيَمِينِ ﴿٣٩﴾

'ہر شخص اپنے اعمال کی کمائی کے بدلے میں مقید ہوگا۔ سوائے دائیں (ہاتھ) والوں کے (جو آزاد ہوں گے)

فِى جَنَّـٰتٍ يَتَسَآءَلُونَ ﴿٤٠﴾ عَنِ ٱلْمُجْرِمِينَ ﴿٤١﴾

وہ جنتوں میں پوچھتے ہوں گے۔ مجرمین سے''

مَا سَلَكَكُمْ فِى سَقَرَ ﴿٤٢﴾

''کیا چیز، کون سی بات تمہیں جہنم میں لے گئی؟''

قَالُوا۟ لَمْ نَكُ مِنَ ٱلْمُصَلِّينَ ﴿٤٣﴾

انہوں نے بتایا ''ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے

وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ ٱلْمِسْكِينَ ﴿٤٤﴾

اور نہ ہم ان میں تھے جو مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے

وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ ٱلْخَآئِضِينَ ﴿٤٥﴾

اور ہم ٱلْخَآئِضِينَ کے ساتھ ''خوض'' کرتے تھے'' (سورۃ المدثر۔ ۳۸۔۴۵)۔

ٱلْخَآئِضِينَ کا مادہ ''خ و ض'' ہے جس کے بنیادی معنی ہوتے ہیں پانی میں اترنا اور اس میں چلنا۔ (ہم نے انسان کو کم پانی میں اترتے تو دیکھا ہوگا کہ وہ اس میں زمین ہی پر چلتا ہے لیکن گہرے پانی کی سطح پر پاؤں پر چلتے ہوئے یقیناً نہیں دیکھا ہوگا۔ لیکن اگر ایک خاص دنیا کے لوگوں کے ساتھ ہم بیٹھیں تو کہاوتیں سنا سنا کر یقین دلا دیں گے کہ ان کے اکثر ''بزرگ'' پانی میں اترتے تھے اور سطح پر پیدل چلتے تھے۔ یورپ اور امریکہ کے ساحلوں پر خاص قسم کے کشتی نما تختوں پر سمندر کی لہروں پر لڑکوں کو کھیلتے ہوئے ہم آج عام دیکھتے ہیں اور اس کا ورزش اور صحت کے لئے کچھ تو مقصد ہے۔ یہ لوگ بظاہر ان بزرگوں کی بڑائی بیان کرتے ہیں لیکن درحقیقت لوگوں کو اپنا معتکف / معتقد بنانا مقصود ہوتا ہے) ۔ ابن فارس نے کہا ہے کہ اس کے بنیادی معنے کسی چیز کے اندر چلے جانے کے ہیں۔ یہ مادہ بے مقصد، تخیلاتی، بیکار باتوں میں الجھے اور مشغول رہنے کیلئے قرآنِ مجید میں استعمال ہوا ہے۔ دوزخ کے رہائشی جن لوگوں کی گفتگو ہم نے سنی ہے

وہ دنیا میں ان میں سے نہیں تھے جنہیں مشرکین کہا جاتا ہے بلکہ انہوں نے پہلی بات ہی نماز کے متعلق کی ہے جس سے واضح ہے کہ دنیا میں ان کا تعلق اور پہچان ان لوگوں کے ساتھ تھی جو ایمان والے کہلاتے ہیں۔ ''اور ہم ٱلۡخَآئِضِينَ کے ساتھ ''خوض'' کرتے تھے''

یہ کن باتوں میں مشغول رہتے تھے؟ انہوں نے خود بتایا

يَـٰوَيۡلَتَىٰ لَيۡتَنِى لَمۡ أَتَّخِذۡ فُلَانًا خَلِيلًا ﴿٢٨﴾ ہائے افسوس! اے کاش! میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا!

لَّقَدۡ أَضَلَّنِى عَنِ ٱلذِّكۡرِ بَعۡدَ إِذۡ جَآءَنِى ۗ وَكَانَ ٱلشَّيۡطَـٰنُ لِلۡإِنسَـٰنِ خَذُولًا ﴿٢٩﴾ جس نے مجھے ذکر (قرآنِ مجید) سے بھٹکا دیا اس کے بعد کہ وہ میرے پاس آ چکا تھا۔ اور شیطان تو انسان کو چھوڑ ہی جاتا ہے'' (الفرقان۔۲۹)

ان کا دوست کون تھا اور کون سے باتوں میں یہ مگن رہتے تھے؟

وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشۡتَرِى لَهۡوَ ٱلۡحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ أُوْلَـٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٦﴾ وَإِذَا تُتۡلَىٰ عَلَيۡهِ ءَايَـٰتُنَا وَلَّىٰ مُسۡتَكۡبِرًا كَأَن لَّمۡ يَسۡمَعۡهَا كَأَنَّ فِىٓ أُذُنَيۡهِ وَقۡرًا ۖ فَبَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٧﴾

''اور لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو لَهۡوَ ٱلۡحَدِيثِ (کھیل، بے مقصد، لغو، ظن و گمان، تخیل کی باتیں) خریدتا ہے تا کہ بغیر کسی علم کے اللہ کی راہ سے ہٹائے اور اس (راہ) کی ہنسی اڑائے۔ ایسے لوگوں کو ذلت آمیز عذاب ملے گا۔ اور جب اسے ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ تکبر سے پیٹھ پھیر جاتا ہے جیسے اس نے سنا ہی نہیں، جیسے اس کے کانوں میں بندش ہے۔ ہاں اسے دردناک عذاب کی بشارت دیں'' (لقمان۔۷)

تخلیق کی ابتدا ہی سے انسان کو مکرم کئے جانے پر ابلیس نے اسے بہکانے کی خواہش اور مصمم ارادے کا اظہار کرتے ہوئے اعتراف کیا تھا کہ ''میں سب کو بہکاؤں گا إِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ ٱلۡمُخۡلَصِينَ ﴿٤٠﴾ سوائے ان میں تیرے مخلص بندوں کے' (من وعن ایک جیسے الفاظ سورۃ الحجر آیت ۴۰ اور سورۃ ص۔۸۳)۔

قَالَ هَـٰذَا صِرَٰطٌ عَلَىَّ مُسۡتَقِيمٌ ﴿٤١﴾

اللہ رب العزت نے فرمایا ''یہ ہے راستہ مجھ تک (پہنچنے کا) سیدھا

إِنَّ عِبَادِى لَيۡسَ لَكَ عَلَيۡهِمۡ سُلۡطَـٰنٌ إِلَّا مَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلۡغَاوِينَ ﴿٤٢﴾

میرے بندوں پر تیرا کوئی اختیار (غلبہ) نہ ہوگا سوائے ان بہکنے والوں کے جو تیرے پیچھے چلے'' (الحجر۔۴۱-۴۲)۔

وہ دنیا میں ان میں سے نہیں تھے جنہیں مشرکین کہا جاتا ہے بلکہ انہوں نے پہلی بات ہی نماز کے متعلق کی ہے جس سے واضح ہے کہ دنیا میں ان کا تعلق اور پہچان ان لوگوں کے ساتھ تھی جو ایمان والے کہلاتے ہیں۔ ''اور ہم ٱلۡخَآئِضِينَ کے ساتھ ''خوض'' کرتے تھے''

یہ کن باتوں میں مشغول رہتے تھے؟ انہوں نے خود بتایا

يَـٰوَيۡلَتَىٰ لَيۡتَنِى لَمۡ أَتَّخِذۡ فُلَانًا خَلِيلًا ﴿٢٨﴾ ہائے افسوس! اے کاش! میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا!

لَّقَدۡ أَضَلَّنِى عَنِ ٱلذِّكۡرِ بَعۡدَ إِذۡ جَآءَنِى ۗ وَكَانَ ٱلشَّيۡطَـٰنُ لِلۡإِنسَـٰنِ خَذُولًا ﴿٢٩﴾ جس نے مجھے ذکر (قرآنِ مجید) سے بھٹکا دیا اس کے بعد کہ وہ میرے پاس آچکا تھا۔ اور شیطان تو انسان کو چھوڑ ہی جاتا ہے'' (الفرقان۔۲۹)

ان کا دوست کون تھا اور کون سے باتوں میں یہ مگن رہتے تھے؟

وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشۡتَرِى لَهۡوَ ٱلۡحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ أُوْلَـٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٦﴾ وَإِذَا تُتۡلَىٰ عَلَيۡهِ ءَايَـٰتُنَا وَلَّىٰ مُسۡتَكۡبِرًا كَأَن لَّمۡ يَسۡمَعۡهَا كَأَنَّ فِىٓ أُذُنَيۡهِ وَقۡرًا ۖ فَبَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٧﴾

''اور لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو لَهۡوَ ٱلۡحَدِيثِ (کھیل، بے مقصد، لغو ظن و گمان، تخیل کی باتیں) خریدتا ہے تا کہ بغیر کسی علم کے اللہ کی راہ سے ہٹائے اور اس (راہ) کی ہنسی اڑائے۔ ایسے لوگوں کو ذلت آمیز عذاب ملے گا۔

اور جب اسے ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ تکبر سے پیٹھ پھیر جاتا ہے جیسے اس نے سنا ہی نہیں، جیسے اس کے کانوں میں بندش ہے۔

ہاں اسے دردناک عذاب کی بشارت دیں'' (لقمان۔۷)

تخلیق کی ابتدا ہی سے انسان کو مکرم کئے جانے پر ابلیس نے اسے بہکانے کی خواہش اور مصمم ارادے کا اظہار کرتے ہوئے اعتراف کیا تھا کہ ''میں سب کو بہکاؤں گا إِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ ٱلۡمُخۡلَصِينَ ﴿٤٠﴾ سوائے ان میں تیرے مخلص بندوں کے' (من وعن ایک جیسے الفاظ سورۃ الحجر آیت ۴۰ اور سورۃ ص۔۸۳)۔

قَالَ هَـٰذَا صِرَٰطٌ عَلَىَّ مُسۡتَقِيمٌ ﴿٤١﴾

اللہ رب العزت نے فرمایا ''یہ ہے راستہ مجھ تک (پہنچنے کا) سیدھا

إِنَّ عِبَادِى لَيۡسَ لَكَ عَلَيۡهِمۡ سُلۡطَـٰنٌ إِلَّا مَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلۡغَاوِينَ ﴿٤٢﴾

میرے بندوں پر تیرا کوئی اختیار (غلبہ) نہ ہوگا سوائے ان بہکنے والوں کے جو تیرے پیچھے چلے'' (الحجر۔۴۱۔۴۲)۔

إِنَّهُۥ لَيۡسَ لَهُۥ سُلۡطَٰنٌ عَلَى ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَلَىٰ رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٩٩﴾

”بیشک شیطان رجیم کا ان لوگوں پر کوئی زور/اختیار/غلبہ نہیں جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

إِنَّمَا سُلۡطَٰنُهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ يَتَوَلَّوۡنَهُۥ وَٱلَّذِينَ هُم بِهِۦ مُشۡرِكُونَ ﴿١٠٠﴾

اس کا غلبہ صرف ان پر ہو سکتا ہے جو اسے اپنا ولی (رفیق، Patron) بناتے ہیں اور جو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں“ (النحل۔۹۹۔۱۰۰)

إِنَّ عِبَادِي لَيۡسَ لَكَ عَلَيۡهِمۡ سُلۡطَٰنٌۚ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا ﴿٦٥﴾

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ”بیشک میرے (مخلص) بندوں پر تیرا کوئی اختیار نہ ہوگا۔ اور تیرے رب کا کارساز ہونا کافی ہے“ (الاسراء۔۶۵)

وَلَقَدۡ صَدَّقَ عَلَيۡهِمۡ إِبۡلِيسُ ظَنَّهُۥ فَٱتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ﴿٢٠﴾

”اور ابلیس نے ان (بستی سباء) کے متعلق اپنا گمان سچا ثابت کر دیا کہ وہ اس کے پیچھے چل پڑے، سوائے مومنوں کے ایک فریق کے

وَمَا كَانَ لَهُۥ عَلَيۡهِم مِّن سُلۡطَٰنٍ إِلَّا لِنَعۡلَمَ مَن يُؤۡمِنُ بِٱلۡأٓخِرَةِ مِمَّنۡ
هُوَ مِنۡهَا فِي شَكٍّۗ وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٍ حَفِيظٌ ﴿٢١﴾

اور ابلیس کا ان پر کوئی زور/اختیار نہ تھا، مگر یہ اس لئے تھا کہ ہم جان لیں (ظاہر کر دیں) اسے جو آخرت پر ایمان رکھتا ہے
اس سے جو آخرت کے متعلق شک میں ہے۔ اور آپ (ﷺ) کا رب ہر چیز کا نگران ہے“ (سورۃ سباء۔۲۰۔۲۱)

معاشرے میں دو طبقے ہیں۔ اکابرین، مقتدر، صاحب الرائے جو پست طبقوں کو اپنے دائرے میں مقید کر کے اپنی راہ چلاتے ہیں۔

قَالُواْ بَل لَّمۡ تَكُونُواْ مُؤۡمِنِينَ ﴿٢٩﴾

”اکابرین نے (اپنے معتقدین، پیروکاروں کو) جوب دیا ”نہیں! حقیقت یہ ہے کہ تم خود ایمان والے نہ تھے۔

وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيۡكُم مِّن سُلۡطَٰنِۭۖ بَلۡ كُنتُمۡ قَوۡمًا طَٰغِينَ ﴿٣٠﴾

اور ہمارا تم پر کوئی زور/غلبہ نہ تھا۔ نہیں! حقیقت یہ ہے کہ تم خود سرکش لوگ تھے۔

فَحَقَّ عَلَيۡنَا قَوۡلُ رَبِّنَآۖ إِنَّا لَذَآئِقُونَ ﴿٣١﴾

اب ہمارے رب کی بات ہم پر سچ ہوگئی ہے۔ ہمیں ضرور مزہ چکھنا ہے۔

فَأَغۡوَيۡنَٰكُمۡ إِنَّا كُنَّا غَٰوِينَ ﴿٣٢﴾ ہاں! ہم نے تمہیں بہکایا تھا کیونکہ ہم خود ہی بہکے ہوئے تھے“۔

فَإِنَّهُمۡ يَوۡمَئِذٖ فِي ٱلۡعَذَابِ مُشۡتَرِكُونَ ﴿٣٣﴾ چنانچہ اس دن وہ عذاب میں باہم شریک ہوں گے“ (الصافات۲۹۔۳۳)

إِنَّهُۥ لَيۡسَ لَهُۥ سُلۡطَٰنٌ عَلَى ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَلَىٰ رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٩٩﴾

''بیشک شیطان رجیم کا ان لوگوں پر کوئی زور/اختیار/غلبہ نہیں جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

إِنَّمَا سُلۡطَٰنُهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ يَتَوَلَّوۡنَهُۥ وَٱلَّذِينَ هُم بِهِۦ مُشۡرِكُونَ ﴿١٠٠﴾

اس کا غلبہ صرف ان پر ہوسکتا ہے جو اسے اپنا ولی (رفیق، Patron) بناتے ہیں اور جو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں'' (النحل۔۹۹۔۱۰۰)

إِنَّ عِبَادِي لَيۡسَ لَكَ عَلَيۡهِمۡ سُلۡطَٰنٌۚ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا ﴿٦٥﴾

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) ''بیشک میرے (مخلص) بندوں پر تیرا کوئی اختیار نہ ہوگا۔اور تیرے رب کا کارساز ہونا کافی ہے'' (الاسراء۔۶۵)

وَلَقَدۡ صَدَّقَ عَلَيۡهِمۡ إِبۡلِيسُ ظَنَّهُۥ فَٱتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ﴿٢٠﴾

''اور ابلیس نے ان (بستی سباء) کے متعلق اپنا گمان سچا ثابت کردیا کہ وہ اس کے پیچھے چل پڑے، سوائے مومنوں کے ایک فریق کے

وَمَا كَانَ لَهُۥ عَلَيۡهِم مِّن سُلۡطَٰنٍ إِلَّا لِنَعۡلَمَ مَن يُؤۡمِنُ بِٱلۡأٓخِرَةِ مِمَّنۡ
هُوَ مِنۡهَا فِي شَكٍّۗ وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٍ حَفِيظٌ ﴿٢١﴾

اور ابلیس کا ان پر کوئی زور/اختیار نہ تھا، مگر یہ اس لئے تھا کہ ہم جان لیں (ظاہر کردیں) اسے جو آخرت پر ایمان رکھتا ہے
اس سے جو آخرت کے متعلق شک میں ہے۔اور آپ (ﷺ) کا رب ہر چیز کا نگران ہے'' (سورۃ سباء۔۲۰۔۲۱)

معاشرے میں دو طبقے ہیں۔اکابرین، مقتدر، صاحب الرائے جو پست طبقوں کو اپنے دائرے میں مقید کرکے اپنی راہ چلاتے ہیں۔

قَالُواْ بَل لَّمۡ تَكُونُواْ مُؤۡمِنِينَ ﴿٢٩﴾

''اکابرین نے (اپنے معتقدین، پیروکاروں کو) جوب دیا ''نہیں! حقیقت یہ ہے کہ تم خود ایمان والے نہ تھے۔

وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيۡكُم مِّن سُلۡطَٰنِۭۖ بَلۡ كُنتُمۡ قَوۡمًا طَٰغِينَ ﴿٣٠﴾

اور ہمارا تم پر کوئی زور/غلبہ نہ تھا۔ نہیں! حقیقت یہ ہے کہ تم خود سرکش لوگ تھے۔

فَحَقَّ عَلَيۡنَا قَوۡلُ رَبِّنَآۖ إِنَّا لَذَآئِقُونَ ﴿٣١﴾

اب ہمارے رب کی بات ہم پر سچ ہوگئی ہے۔ہمیں ضرور مزہ چکھنا ہے۔

فَأَغۡوَيۡنَٰكُمۡ إِنَّا كُنَّا غَٰوِينَ ﴿٣٢﴾ ہاں! ہم نے تمہیں بہکایا تھا کیونکہ ہم خود ہی بہکے ہوئے تھے''۔

فَإِنَّهُمۡ يَوۡمَئِذٖ فِي ٱلۡعَذَابِ مُشۡتَرِكُونَ ﴿٣٣﴾ چنانچہ اس دن وہ عذاب میں باہم شریک ہوں گے'' (الصافات۲۹۔۳۳)

سُلۡطَٰنٌ کا مادہ (س ل ط ن) ''س ل ط'' اور اس کے بنیادی معنی سخت، مضبوط، غالب کر دینا، غلبہ و اقتدار دے دینا، غلبہ و قوت ہیں۔ یہ دلیل، ثبوت اور سند کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ عربی کے اس مادہ کی اردو کی نسبت انگریزی زبان کا ایک لفظ زیادہ بہتر انداز میں نمائندگی کرتا ہے اور وہ ہے اتھارٹی (authority)۔ عربی زبان کے تمام الفاظ میں ان کے مادہ کے بنیادی معنی اور مفہوم کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ دلیل، ثبوت اور سند بھی درحقیقت غلبہ و قوت کی حامل ہوتی ہے کہ یہ روایتوں، ادھر ادھر کی تخیلاتی اور منہ کی باتوں پر غالب ہو جاتی ہیں۔ کسی بھی بات کو سند کا درجہ اس وقت حاصل ہوتا ہے اگر وہ نازل کردہ کتاب میں درج ہو یا علم سے ثابت ہو۔

سَنُلۡقِى فِى قُلُوبِ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ ٱلرُّعۡبَ بِمَآ أَشۡرَكُواْ بِٱللَّهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهِۦ سُلۡطَٰنًا

''ہم انکار کرنے والوں کے دلوں میں رعب ڈالتے رہیں گے اس لئے کہ انہوں نے اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں اللہ نے جس کیلئے کوئی سند نازل نہیں کی'' (حوالہ آلِ عمران۔۱۵۱)

وَكَيۡفَ أَخَافُ مَآ أَشۡرَكۡتُمۡ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمۡ أَشۡرَكۡتُم بِٱللَّهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهِۦ عَلَيۡكُمۡ سُلۡطَٰنًا

(ابراہیم علیہ السلام نے کہا) ''اور میں ان سے کیسے ڈروں جنہیں تم اس کا شریک کرتے ہو جب تم نہیں ڈرتے کہ تم نے ان چیزوں کو اللہ کا شریک بنا لیا ہے جن کی کوئی سند اس نے تم پر نہیں اتاری؟'' (حوالہ الانعام۔۸۱)

وَأَن تُشۡرِكُواْ بِٱللَّهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهِۦ سُلۡطَٰنًا

(اللہ نے حرام قرار دیا ہے) ''اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرو جس کی کوئی سند اللہ نے نہیں اتاری'' (حوالہ الاعراف۔۳۳)

أَتُجَٰدِلُونَنِى فِىٓ أَسۡمَآءٍ سَمَّيۡتُمُوهَآ أَنتُمۡ وَءَابَآؤُكُم مَّا نَزَّلَ ٱللَّهُ بِهَا مِن سُلۡطَٰنٍ

''کیا تم مجھ سے ان مئونث ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں اور جن کی کوئی سند اللہ نے نازل نہیں کی'' (حوالہ الاعراف۔۳۳)

مَا تَعۡبُدُونَ مِن دُونِهِۦٓ إِلَّآ أَسۡمَآءً سَمَّيۡتُمُوهَآ أَنتُمۡ وَءَابَآؤُكُم

''اللہ کو چھوڑ کر جنہیں تم پوجتے ہو وہ صرف مئونث نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں

مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ بِهَا مِن سُلۡطَٰنٍ

جن کی کوئی سند اللہ نے نازل نہیں کی'' (حوالہ سورۃ یوسف۔۴۰)

جس کسی بات کیلئے ''سلطان'' یعنی دلیل، ثبوت، سند (authority) موجود نہیں اس کی حیثیت اور وقعت کوئی نہیں کیونکہ علم کے بغیر کہی گئی تھی۔ اس کی حیثیت اختراع ہے۔ وہ محض ظن اور بے وزن تخیلاتی بات ہے چاہے تواتر سے ماضی، آباؤ اجداد سے آگے آئی ہو۔ ہمارا دشمن مہلت مانگ کر زمین پر ہمارے ساتھ آیا تھا۔ وہ جن باتوں کی تلقین کرتا ہے اس میں سے ایک یہ ہے

وَأَن تَقُولُواْ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

''اوراس بات کی کہ اللہ کی نسبت وہ بات کہو جس کا تمہیں علم نہیں'' (حوالہ البقرۃ۔۱۶۹)

اوراللہ رب العزت نے آقائے نامدار، رسولِ کریم ﷺ سے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو بتادیں کہ اللہ نے اس بات کو حرام قرار دیا ہے

وَأَن تَقُولُواْ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ

''اور یہ کہ تم اللہ کی نسبت وہ بات کہو جس کا تمہیں علم نہیں'' (حوالہ الاعراف۔۳۳)

یہ ایک ایسا حربہ ہے جسے شیطان نے مسلسل آزمایا ہے اور ہر دور میں ایسے انسان میسر آتے رہے جنہیں تخیل سے باتیں اختراع کرنے میں ملکہ حاصل تھا اور ان اختراع کی ہوئی داستانوں اور کہانیوں کی طوالت اس قدر ہے کہ ان پر شیطان کی آنت والا محاورہ مناسب بیٹھتا ہے۔

قَالُواْ ٱتَّخَذَ ٱللَّهُ وَلَدًاۗ سُبۡحَٰنَهُۥۖ هُوَ ٱلۡغَنِيُّۖ

وہ کہتے ہیں ''اللہ نے بیٹا بھی بنا رکھا ہے''۔وہ پاک ہے۔وہ بے نیاز ہے۔

إِنۡ عِندَكُم مِّن سُلۡطَٰنِۭ بِهَٰذَآۚ

تمہارے پاس اس بات کی کوئی سند نہیں۔

أَتَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعۡلَمُونَ۝

کیا تم اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کرتے ہو جن کا تمہیں علم نہیں؟'' (حوالہ سورۃ یونس۔۶۸)

قُلۡ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَفۡتَرُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلۡكَذِبَ لَا يُفۡلِحُونَ ۝٦٩

''آپ (ﷺ) کہیں ''جو لوگ اللہ کے بارے میں جھوٹی باتیں اختراع کرتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے'' (سورۃ یونس۔۶۸)

هَٰٓؤُلَآءِ قَوۡمُنَا ٱتَّخَذُواْ مِن دُونِهِۦٓ ءَالِهَةٗۖ لَّوۡلَا يَأۡتُونَ عَلَيۡهِم بِسُلۡطَٰنِۭ بَيِّنٖۖ

فَمَنۡ أَظۡلَمُ مِمَّنِ ٱفۡتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبٗا ۝١٥

(اصحاب کہف نے کہا)''ایک یہ ہماری قوم ہے جس نے اس کے سوا الہٰ بنا رکھے ہیں۔(اگر سچے ہیں تو) وہ ان کے بارے میں واضح سند کیوں نہیں لاتے؟ اس لئے اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ کے بارے میں جھوٹ گھڑا؟'' (الکہف۔۱۵)

وَيَعۡبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهِۦ سُلۡطَٰنٗا وَمَا لَيۡسَ لَهُم بِهِۦ عِلۡمٞۗ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِن نَّصِيرٖ ۝٧١

''مگر وہ اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہیں جس کی اللہ نے کوئی سند نہیں اتاری، ان کیلئے اس بات کی تائید کیلئے کوئی علم نہیں۔

مگر ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوتا'' (الحج۔۷۱)

أَمْ أَنزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَـٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُواْ بِهِۦ يُشْرِكُونَ ﴿٣٥﴾

''یا کیا ہم نے ان پر کوئی ''سلطان'' نازل کیا ہے جو ان کے بارے میں کلام کرتا ہے جن کو وہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں'' (الروم۔۳۵)

إِنْ هِىَ إِلَّآ أَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوهَآ أَنتُمْ وَءَابَآؤُكُم مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَـٰنٍ

''یہ تو محض مئونث نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں جن کی کوئی سند اللہ نے نہیں اتاری۔

إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ وَمَا تَهْوَى ٱلْأَنفُسُ

یہ لوگ محض ظن و گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور جو ان کے دل (تخیل سے) چاہیں (پھینکیں)

وَلَقَدْ جَآءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ ٱلْهُدَىٰٓ

حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی جانب سے ''الھدیٰ'' (قرآنِ مجید) آ گیا ہے'' (النجم۔۲۳)

کسی بھی بات، حدیث، قول، کلام کو سچ اور حقیقت صرف ایک صورت میں تسلیم کیا جا سکتا ہے جب اس کیلئے نازل کردہ 'سلطان' یعنی دلیل، سند نازل کردہ کتاب میں موجود ہو یا اس کی تائید کیلئے علم میں سے شہادت موجود ہو۔ وگرنہ اس کی حیثیت '' يَفْتَرُونَ ''یعنی لوگوں کی دروغ گوئی اور جھوٹ اختراع کرنا ہے۔ اس کی حیثیت ''ظن'' یعنی شک، خیال آفرینی، قیاس آرائی ہے جو علم، یقین اور حق کے متضاد ہے۔ اس کی حیثیت أَهْوَآءَ یعنی حقیقت کے منافی محض تخیل سے بنائی ہوئی بات ہے۔ اس کا مادہ ''ھ و ی'' ہے اور ہر خالی چیز کو کہتے ہیں بالخصوص زمین و آسمان کے درمیان خالی فضا کو (تاج)۔ کان میں بھنبھناہٹ (محیط)۔ ابن فارس نے اس مادہ کے بنیادی معنی خالی ہونا اور نیچے گرنا بتائے ہیں۔

سَيَقُولُ ٱلَّذِينَ أَشْرَكُواْ لَوْ شَآءَ ٱللَّهُ مَآ أَشْرَكْنَا وَلَآ ءَابَآؤُنَا

''مشرک کہیں گے (اور کہتے رہیں گے) 'اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا کرتے

قُلْ هَلْ عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَآ

آپ (ﷺ) کہیں '' کیا تمہاری جانب سے یہ بات علم میں سے ہے تو پھر ہمارے لئے اسے سامنے لاؤ؟

إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ وَإِنْ أَنتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ۝

تم تو صرف وہم و گمان کے پیچھے چلتے اور تم صرف انکل پچو باتیں، قیاس آرائی کرتے ہو'' (حوالہ الانعام۔۱۴۸)۔

خیال آفرینی، تخیلاتی بات کی بنیاد علم پر استوار ہوتی ہی نہیں تو اس کی تائید، ثبوت کے طور پر کہاں سے علم دکھاتے۔

إِنَّ ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِٱلْـَٔاخِرَةِ لَيُسَمُّونَ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ ٱلْأُنثَىٰ ﴿٢٧﴾

''جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے وہ فرشتوں کے مئونث نام رکھتے رہتے ہیں۔

وَمَا لَهُم بِهِۦ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ ۖ وَإِنَّ ٱلظَّنَّ لَا يُغْنِى مِنَ ٱلْحَقِّ شَيْـًٔا ﴿٢٨﴾

اور ان کیلئے اس بات کی تائید کیلئے کوئی علم نہیں۔ وہ محض وہم وگمان کے پیچھے چلتے ہیں۔

اور وہم وگمان ''حق'' (ثابت شدہ بات، حقیقت) کے مقابلے کچھ کام نہیں آتا'' (النجم۔۲۷۔۲۸)

وَجَعَلُوا۟ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةَ ٱلَّذِينَ هُمْ عِبَـٰدُ ٱلرَّحْمَـٰنِ إِنَـٰثًا ۚ أَشَهِدُوا۟ خَلْقَهُمْ ۚ

سَتُكْتَبُ شَهَـٰدَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُونَ ﴿١٩﴾

اور انہوں نے فرشتوں کو جو رحمٰن کے بندے ہیں عورتیں بنا دیا ہے۔ کیا انہوں نے ان کا تخلیق ہونا دیکھا ہے؟

ان کی (جھوٹی) گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے پوچھ ہوگی''

وَقَالُوا۟ لَوْ شَآءَ ٱلرَّحْمَـٰنُ مَا عَبَدْنَـٰهُم ۗ

اور وہ کہتے ہیں ''اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے''

مَّا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ

ان کیلئے اس بات کی تائید کیلئے کوئی علم نہیں

إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝

وہ محض قیاس کرتے ہیں''

أَمْ ءَاتَيْنَـٰهُمْ كِتَـٰبًا مِّن قَبْلِهِۦ فَهُم بِهِۦ مُسْتَمْسِكُونَ ﴿٢١﴾

کیا ہم نے انہیں اس سے قبل کوئی کتاب دی تھی جسے وہ تھامے ہوئے ہیں؟'' (الزخرف۔۱۹۔۲۱)

کسی بھی بات کے متعلق گفتگو دلیل، ثبوت اور سند کے تحت ہونی چاہیۓ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آیات کے متعلق لوگوں کی اکثریت بغیر کسی دلیل اور سند کے باتوں کو خواہ مخواہ طول دیتے ہیں۔ باطل باتوں میں طوالت بہت ہوتی ہے۔ باطل پانی پر ابھر آنے والے جھاگ کی مانند ہے۔ اور یہ انداز اختیار کرنے کی وجہ ان کا یہ گمان باطل ہے کہ یوں سچائی کو ماند کر دیں گے، اسے پچھاڑ دیں گے، پست کر دیں گے۔ ارشاد فرمایا

ٱلَّذِينَ يُجَـٰدِلُونَ فِىٓ ءَايَـٰتِ ٱللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَـٰنٍ أَتَىٰهُمْ ۖ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ ٱللَّهِ وَعِندَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ۚ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ ٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿٣٥﴾

(ایمان والے نے کہا کہ اللہ حد سے نکلنے اور شک کرنے والے کو گمراہ رہنے دیتا ہے) ''وہ جو اللہ کی آیتوں کے متعلق مباحثہ، جھگڑا، بات کو خواہ مخواہ بغیر سند، دلیل، اختیار کے بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ اللہ کے ہاں اور ایمان والوں کے ہاں یہ بڑی قابل نفرت بات ہے۔ اس وجہ سے اللہ ہر تکبر کرنے والے، جبر کرنے والے کے دل پر مہر لگا دیتا ہے (گمراہ رہنے دیتا ہے)''۔ (غافر۔۳۵)

إِنَّ ٱلَّذِينَ يُجَـٰدِلُونَ فِىٓ ءَايَـٰتِ ٱللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَـٰنٍ أَتَىٰهُمْ ۙ إِن فِى صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُم بِبَـٰلِغِيهِ ۚ فَٱسْتَعِذْ بِٱللَّهِ ۖ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ﴿٥٦﴾

''جو لوگ اللہ کی آیتوں کے متعلق مباحثہ، جھگڑا، بات کو خواہ مخواہ بغیر سند، دلیل، اختیار کے بڑھاتے چلے جاتے ہیں، ان کے سینوں میں صرف بڑائی/تکبر کا احساس ہے جسے وہ کبھی نہ پہنچیں گے'' (غافر۔۵۶)

سُلْطَـٰنٍ کا مادہ (س ل ط ن) ''س ل ط'' اور اس کے بنیادی معنی سخت، مضبوط، غالب کر دینا، غلبہ واقتدار دے دینا، غلبہ وقوت ہیں۔ غلبہ وقوت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ کسی پر فتح اور تسلط عطا کرتا ہے۔

وَلَـٰكِنَّ ٱللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُۥ عَلَىٰ مَن يَشَآءُ ۚ

''لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے تسلط دیتا ہے'' (حوالہ الحشر۔۶)

اور دلیل اور سند کسی بات کیلئے حجت کا درجہ اختیار کر لیتی ہے کہ یہ فریق مخالف پر فتح دیتی ہے۔ فریق مخالف کی بات کو روک دیتی، منع کر دیتی ہے اور یہی اپنے منطقی انجام کو پہنچاتی ہے۔ لیکن حجت ایسی بات کو بھی کہتے ہیں جو مغلوب ہونے سے بچنے کیلئے انسان فرار کی راہ پانے کیلئے کرتا ہے۔ اردو میں اسے بہانے بازی کہتے ہیں۔

قُلْ فَلِلَّهِ ٱلْحُجَّةُ ٱلْبَـٰلِغَةُ ۖ

''آپ (ﷺ) فرمائیں ''فیصلہ کن دلیل اللہ ہی کی ہے'' (حوالہ الانعام۔۱۴۹)

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ءَايَـٰتُنَا بَيِّنَـٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّآ أَن قَالُوا۟ ٱئْتُوا۟ بِـَٔابَآئِنَآ إِن كُنتُمْ صَـٰدِقِينَ ﴿٢٥﴾

''اور جب انہیں ہماری واضح آیتیں سنائی جاتی ہیں تو (آخر کار اس سے راہ فرار کیلئے) ان کی حجت (بہانہ سازی) صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ کہتے ہیں ''ہمارے باپ دادا کو (قبروں سے) لے آؤ اگر تم سچ کہتے ہو'' (الجاثیة۔۲۵)